23

رمضان کے بابرکت مہینہ سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھاؤ اور اپنے اوقات کو خدمتِ دین میں صَرف کرو۔

(فرمودہ 6/اگست 1948ء یارک ہاؤس کوئٹہ)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

"مسلمانوں کے عام رسم و رواج کے مطابق آج جمعۃ الوداع ہے جو لوگوں کی بدعملیوں اور گناہوں کے دھونے کے لیے آتا ہے۔ انہوں نے اپنی کمزوریٔ ایمان کی وجہ سے یہ عقیدہ بنالیا ہے کہ سارا سال کوئی نماز پڑھے یا نہ پڑھے یہ جمعہ پڑھ لے تو اس کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں مگر یہ درست نہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر جمعہ ہی ہمارے لیے برکتیں لے کر آتا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں ہر جمعہ کے دن ایک ایسی گھڑی آتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ سے جو کچھ مانگا جائے وہ اُسے مل جاتا ہے[1] لیکن یہ ساعت بڑی لمبی ہوتی ہے۔ جمعہ کا وقت اشراق سے شروع ہوتا ہے اور عصر تک چلا جاتا ہے اس لیے اس گھڑی کا پکڑنا بڑا مشکل ہوتا ہے۔ سوائے اس کے کہ کوئی ہر وقت دعا میں لگا رہے اور اس کی توجہ اِدھر اُدھر نہ ہو اور اس کے خیالات بھی پراگندہ نہ ہوں۔ لیکن اتنی محنت کون کرتا ہے اور کون اتنی دیر دعا میں مشغول رہ سکتا ہے۔ سوائے اس کے جسے خدا تعالیٰ خاص طور پر

توفیق دے۔ رمضان کے بعد کچھ ایسے لوگ ہوں گے جن سے اگر کچھ روزے رہ گئے ہوں تو وہ انہیں پورا کریں گے اور کچھ ایسے ہوں گے جنہیں رمضان کے پورے روزے رکھنے کی توفیق ملی ہے اور وہ نفلی روزے رکھیں گے جو حدیثوں سے ثابت ہیں۔ اور کچھ ایسے بھی بدقسمت ہوں گے جنہیں رمضان کے پورے روزے رکھنے کی توفیق نہیں ملی اور وہ انہیں پورا کرنے کی بھی کوشش نہیں کریں گے لیکن یہ وہی لوگ ہوں گے جو رمضان کی عظمت پر یقین نہیں رکھتے اور جو اسلام کی عظمت پر یقین نہیں رکھتے۔

مَیں دیکھتا ہوں کہ ہماری جماعت میں بھی ایک ایسا طبقہ ہے جن میں رمضان کی زیادہ قدر نہیں۔ اگر وہ ایسی جگہ ہوں جہاں روزے رکھے جاتے ہیں تو وہ بھی شرم کے مارے روزے رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن اگر کچھ روزے رہ جائیں تو ان کو پورا کرنے کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ بعض ایسے نوجوان بھی ہیں جو بہانہ کر دیتے ہیں کہ روزہ رکھنے سے انہیں پیچش لگ جاتی ہے۔ بیماری کے نتیجے میں اگر کوئی روزہ نہ رکھ سکے تو قرآن کریم نے یہ حکم دیا ہے کہ وہ روزہ نہ رکھے لیکن اُس وقت جب اس کا نفس بھی سمجھتا ہو کہ وہ بیمار ہے اور پھر اس کا فرض ہے کہ یہ روزے رمضان کے بعد رکھے۔ محض اِس خیال سے کہ اسے پیچش لگ جائے گی اس لیے وہ روزے نہیں رکھتا جائز نہیں بلکہ گناہ ہے اور محض نفس کا بہانہ ہے۔ پھر بعض بیماریاں ایسی بھی ہوتی ہیں جن میں انسان سارے کام کر لیتا ہے۔ مثلاً پرانی بیماریاں ہیں ان میں انسان سب کام کرتا رہتا ہے۔ ایسا بیمار بیمار نہیں سمجھا جاتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایک دفعہ یہ فتویٰ پوچھا گیا کہ کیا اس ملازم کا سفر شمار کیا جائے گا جو ملازم ہونے کی وجہ سے سفر کرتا ہے؟ آپ نے فرمایا اس کا سفر سفر نہیں گِنا جا سکتا۔ اس کا سفر تو اس کی ملازمت کا ایک حصہ ہے۔ اسی طرح بعض ایسی بیماریاں ہوتی ہیں جن میں انسان سارے کام کرتا رہتا ہے۔ فوجیوں میں بھی ایسے ہوتے ہیں جو اِن بیماریوں میں مبتلا ہوتے ہیں مگر وہ سارے کام کرتے رہتے ہیں۔ چند دن پیچش ہو جاتی ہے لیکن اِس وجہ سے وہ ہمیشہ کے لیے کام کرنا چھوڑ نہیں دیتے۔ پس اگر دوسرے کاموں کے لیے وقت نکل آتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ ایسا مریض روزے نہ رکھ سکے۔ اس قسم کے بہانے محض اس وجہ سے ہوتے ہیں کہ ایسے لوگ دراصل روزہ رکھنے کے ہی خلاف ہوتے ہیں۔ بے شک یہ قرآنی حکم ہے کہ سفر کی حالت میں اور اسی طرح بیماری کی حالت میں روزے نہیں رکھنے چاہییں اور ہم اس پر زور دیتے ہیں تا قرآنی حکم کی ہتک نہ ہو۔ مگر اس بہانہ سے فائدہ اٹھا کر جو لوگ

روزہ رکھ سکتے ہیں اور پھر وہ روزہ نہیں رکھتے یا ان سے کچھ روزے رہ گئے ہوں اور وہ کوشش کرتے تو انہیں پورا کر سکتے تھے لیکن وہ ان کو پورا کرنے کی کوشش نہیں کرتے تو وہ ایسے ہی گنہگار ہیں جس طرح وہ شخص گنہگار ہے جو بلا عذر رمضان کے روزے نہیں رکھتا۔ اس لیے ہر احمدی کو چاہیے کہ جتنے روزے اس نے کسی غفلت یا کسی شرعی عذر کی وجہ سے نہیں رکھے وہ انہیں بعد میں پورا کرے۔ یا اگر اس کے کچھ روزے غفلت یا کسی شرعی عذر کی وجہ سے پانچ چھ سال سے رہ گئے ہوں تو وہ انہیں بھی پورا کرے تا عذاب سے بچ جائے۔ یہ کوئی بڑی قربانی نہیں۔ بلوغت کے زمانہ کے بعد کے جتنے روزے رہ گئے ہوں وہ بڑھاپے سے پہلے پہلے پورے کرنے چاہییں۔ محض اس قرضہ کے زیادہ ہونے کی وجہ سے وہ انہیں نظر انداز نہیں کر سکتا اور نہ پچھلے روزے معاف ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ بعض لوگ دو دو، تین تین سال تک چندہ نہیں دیتے اور جب ان سے مانگا جاتا ہے تو کہہ دیتے ہیں اچھا پچھلے سالوں کا چندہ معاف کر دو پھر چندہ دیں گے۔ اس طرح پچھلے سالوں کے جو روزے رہ گئے ہیں وہ معاف نہیں ہو سکتے۔ خدا بھی وہ چیز معاف کرتا ہے جو ناممکن ہو اور انسان کی طاقت سے باہر ہو۔ اگر کسی شخص نے ایسا کیا ہے تو اس نے قرآن کریم کے حکم کے خلاف کیا ہے۔ اس نے اگر بیماری کی سہولت سے فائدہ اٹھایا تھا تو اسے چاہیے کہ اپنے چھوٹے ہوئے روزے پورے کرے۔ سارا سال ہی اس کی یہ حالت نہیں رہتی کہ وہ روزے نہ رکھ سکے۔ کوئی نہ کوئی زمانہ ایسا آتا ہے جب وہ روزے رکھ سکتا ہے۔ بڑھاپے میں بھی ایک زمانہ ایسا آتا ہے جب انسان روزے رکھ سکتا ہے۔ اگر وہ گرمیوں میں روزے نہیں رکھ سکتا تو سردیوں میں رکھ لے۔ مگر ایک بڑھاپا ایسا بھی ہوتا ہے جس میں نہ گرمیوں میں روزے رکھے جا سکتے ہیں اور نہ سردیوں میں روزے رکھے جا سکتے ہیں۔ لیکن مختلف انسانوں کی مختلف طاقتیں ہوتی ہیں۔ مولوی سید سرور شاہ صاحب 84 سال کی عمر کے تھے مگر برابر روزے رکھتے تھے۔ گرمیوں میں ڈلہوزی میں وہ میرے پاس آ جاتے تھے۔ وہاں گرمی سے تو بچاؤ ہو جاتا تھا مگر دن تو اتنا ہی لمبا ہوتا تھا مگر باوجود اس کے شاذ ہی کوئی روزہ اُن سے چھوٹتا تھا۔ پس اگر انسان ہمت کرے تو وہ کمزوریوں پر غالب آ جاتا ہے۔

پس ایک تو مَیں جماعت کو یہ نصیحت کرنا چاہتا ہوں کہ جن دوستوں نے رمضان کے سارے روزے نہیں رکھے وہ بعد میں روزے رکھیں اور اُن کو پورا کریں۔ خواہ وہ روزے غفلت کی وجہ سے رہ

گئے ہوں یا وہ روزے بیماری یا سفر کی وجہ سے رہ گئے ہوں۔ اسی طرح اگر گزشتہ سالوں میں ان سے کچھ روزے غفلت یا کسی شرعی عذر کی وجہ سے رہ گئے ہوں تو ان کو بھی پورا کرنے کی کوشش کریں تا خدا تعالیٰ کے سامنے پیش ہونے سے پہلے پہلے وہ صاف ہو جائیں۔ بعض فقہاء کا یہ خیال ہے کہ پچھلے سال کے چھوٹے ہوئے روزے دوسرے سال نہیں رکھے جا سکتے۔ لیکن میرے نزدیک اگر کوئی لاعلمی کی وجہ سے روزے نہیں رکھ سکا تو لاعلمی معاف ہو سکتی ہے۔ ہاں اگر اس نے دیدہ دانستہ روزے نہیں رکھے تو پھر اس پر قضا نہیں۔ جیسے جان بوجھ کر چھوڑی ہوئی نماز کی قضا نہیں۔ لیکن اگر اس نے بھول کر روزے نہیں رکھے یا اجتہادی غلطی کی بناء پر اس نے روزے نہیں رکھے تو میرے نزدیک وہ دوبارہ رکھ سکتا ہے اور اس کے لیے بہتر ہے کہ وہ روزے رکھے۔ ہاں اگر وہ روزہ رکھ سکتا تھا اور اس نے جان بوجھ کر روزہ نہیں رکھا تو اس پر کوئی قضا نہیں۔ وہ جب توبہ کرے گا اس کے اعمال نئے سرے سے شروع ہوں گے۔ لیکن اگر اس نے غفلت کی وجہ سے روزے نہیں رکھے یا کسی اجتہادی غلطی یا بیماری کی وجہ سے روزے نہیں رکھے تو میرے نزدیک خواہ وہ روزے کتنی ہی دُور کے ہوں وہ دوبارہ رکھے جا سکتے ہیں۔

اس کے بعد مَیں جماعت کو توجہ دلاتا ہوں کہ رمضان کے مہینہ سے بھی انسان کو نیکیوں کی توفیق ملتی ہے۔ اِس سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ رمضان میں ایک مدت تک مسلسل انسان بھوکا پیاسا رہتا ہے۔ دوسرے دنوں میں اگر وہ چاہے تو متواتر ایک ماہ تک روزے نہیں رکھ سکتا۔ ایسے لوگ بہت ہی کم ہیں جو رمضان کے علاوہ باقی دنوں میں اتنے روزے رکھ سکتے ہوں کیونکہ کبھی نہ کبھی انسان کو خواہش پیدا ہو ہی جاتی ہے کہ چلو آج فلاں کے گھر دعوت ہے آج روزہ نہیں رکھتے یا آج فلاں کام ہے آج ناغہ کر لیتے ہیں لیکن رمضان میں اگر کوئی روزہ رکھتا جائے تو وہ ایک ماہ تک لگاتار روزے رکھ سکتا ہے۔ اسلام رمضان میں روزے چھوڑنے یا توڑنے کی اجازت نہیں دیتا اور اس حکم کی وجہ سے انسان پر ایک بڑی ذمہ داری عائد ہو جاتی ہے اور اس کی وجہ سے اسے وہ طاقت مل جاتی ہے جو اُسے دوسرے دنوں میں نہیں ملتی۔ مثلاً اسلام میں پانچ نمازیں فرض ہیں۔ ہم پانچوں نمازیں پڑھتے ہیں اور ہمیں محسوس بھی نہیں ہوتا۔ لیکن اگر وہ چار ہوتیں، پانچ نہ ہوتیں تو پانچویں نماز اکثر کے لیے دوبھر ہوتی۔ اسی طرح ہم پانچ نمازیں تو پڑھ لیتے ہیں لیکن چھٹی نماز اکثر لوگوں کے لیے دوبھر معلوم ہوتی ہے۔ لیکن اگر یہ نمازیں چھ ہوتیں پانچ نہ ہوتیں تو ہزاروں لاکھوں انسان ایسے ہوتے جو انہیں پوری طرح ادا کرتے۔

تو کیا چیز ہے جو انسان کو اس طرف مائل کرتی ہے؟ وہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے۔ حکم بھی ایک طرح جبر کا حکم رکھتا ہے اور جبر انسان کو عمل کرنے کی طاقت دے دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب انسان ارادہ کر لیتا ہے تو کسی نہ کسی طرح وہ اپنے آپ کو اس کے لیے تیار کر لیتا ہے۔ دوسرے دنوں میں اس کے لیے ایسا کرنا مشکل ہوتا ہے۔ پس احباب کو چاہیے کہ وہ اس مہینہ سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں اور اپنے اندر ایک خاص قسم کی تبدیلی پیدا کریں۔

ہماری جماعت کے سپرد ایک بہت بڑا کام ہے اور یہ سیدھی بات ہے کہ جتنا بڑا کام ہوگا اتنا ہی اس کے لیے کوشش کی جائے گی۔ ایک چھوٹے کام کے لیے بڑی کوشش کرنا حماقت ہے اور بڑے کام کے لیے چھوٹی کوشش کرنا حماقت ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے زمانہ کی بات ہے ڈلہوزی میں ایک پادری آیا وہ پادری اکثر سیالکوٹ میں رہا کرتا تھا۔ بعد میں وہ تبدیل ہو کر پونا چلا گیا تھا اور وہاں سے تبدیلیٔ آب و ہوا کی غرض سے وہ ڈلہوزی آیا تھا۔ پچھتر یا اسّی سال اس کی عمر تھی اور پھر بھی وہ ٹریکٹ تقسیم کرتا پھرتا تھا۔ لوگوں میں بہت چرچا ہوا کہ فلاں پادری ٹریکٹ تقسیم کر رہا ہے۔ اسے اس کا جواب دینا چاہیے۔ انہوں نے تلاش کی کہ کوئی عالم مل جائے جو اس پادری سے گفتگو کرے مگر جب انہیں اور کوئی آدمی نہ ملا تو وہ میرے پاس آئے۔ ہم اُس وقت بچے ہی تھے اور سیر کے لیے ڈلہوزی گئے ہوئے تھے۔ بیس بائیس سال کی میری عمر ہوگی۔ وہ لوگ میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ فلاں پادری صاحب آئے ہیں اور وہ ٹریکٹ تقسیم کر رہے ہیں۔ ہم آپ کے پاس آئے ہیں تا آپ اس کے پاس چلیں۔ اُس کے ساتھ وقت مقرر کر لیا جائے ہم بھی آپ کے ساتھ چلیں گے۔ ہم وہاں گئے اور اُس پادری سے ملاقات کی۔ مَیں نے اُسے کہا آپ یہاں تبلیغ کرنے آئے ہیں مجھے بھی تلاشِ حق کا شوق ہے اس لیے میں خود آپ کے پاس چل کر آیا ہوں۔ سچ کو قبول کرنے میں کیا حرج ہے۔ لیکن میں آپ سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔ پادری صاحب نے کہا کیا پوچھنا چاہتے ہیں؟ مَیں نے کہا آپ کے نزدیک مسیح خدا کا بیٹا ہے اور روح القدس بھی خدا ہے۔ کیا آپ کے نزدیک یہ تینوں خدا ہیں؟ اس پادری نے کہا ہاں ہمارے نزدیک یہ تینوں خدا ہیں۔ مَیں نے کہا پھر میں سنتا ہوں کہ خدا ایک ہے۔ کیا یہ ممکن ہے قطع نظر اِس سے کہ ایک تین ہیں اور تین ایک ہے۔ مَیں مان لیتا ہوں کہ یہ خدائی راز ہیں اور الٰہیات کو انسان پورے طور پر نہیں سمجھ سکتا لیکن ایک بات جہاں تک میں نے عیسائی لٹریچر کو پڑھا ہے

یہ ہے کہ دنیا کو خدا نے پیدا کیا ہے۔ تو کیا دنیا کا پیدا کرنا اور چلانا ایک کے ہی سپرد ہے یا اس کے الگ الگ حصے تینوں کے سپرد ہیں یا تینوں ہی یہ کام کر سکتے ہیں؟ دنیا میں جس قدر قوانینِ قدرت چل رہے ہیں اور جو تغیر و تبدّل ہو رہا ہے کیا کچھ طاقتیں خدا کے سپرد ہیں اور کچھ طاقتیں روح القدس کے سپرد ہیں اور کچھ طاقتیں مسیح کے سپرد ہیں یا ساری طاقتیں خدا ہی کو حاصل ہیں یا پھر یہ ساری طاقتیں ساروں کو ہی حاصل ہیں؟ یعنی خدا اکیلا بھی دنیا کو چلا سکتا ہے اور روح القدس بھی اکیلا دنیا کو چلا سکتا ہے۔ اور مسیح خدا کا بیٹا بھی اکیلا دنیا کو چلا سکتا ہے۔ آپ کے نزدیک ان میں سے کیا صورت ہے؟ پادری صاحب نے جواب دیا کہ یہ طاقتیں ساروں کو حاصل ہیں۔ مَیں نے کہا اچھا مَیں مان لیتا ہوں یہ طاقتیں ساروں کو حاصل ہیں لیکن ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ جب باپ بوڑھا ہو جاتا ہے تو اس کے جوان بیٹے اسے کہتے ہیں تم گھر بیٹھو کام ہم کریں گے۔ تو کیا اس طرح خدا کے بیٹے اور روح القدس نے بھی خدا کو کرسی پر بٹھا رکھا ہے اور آپ کام کر رہے ہیں یا خدا سارے کام خود کر رہا ہے یا سب مل کر کر رہے ہیں؟ اگر یہ مان لیا جائے کہ سارے مل کر کام کرتے ہیں جیسا کہ آپ نے تسلیم کیا ہے تو یہ نظر آتا ہے کہ خدا کو بھی طاقت حاصل ہے کہ وہ دنیا کو چلا سکے، روح القدس کو بھی طاقت حاصل ہے کہ وہ دنیا کو چلا سکے اور مسیح خدا کے بیٹے کو بھی یہ طاقت حاصل ہے کہ وہ دنیا کو چلا سکے۔ یعنی وہ الگ الگ بھی کام کر سکتے ہیں اور اکٹھے مل کر بھی کر سکتے ہیں۔ اب دیکھیے میز پر ایک پنسل پڑی ہے اور آپ اسے اٹھا کر اپنے سامنے رکھنا چاہتے ہیں۔ مَیں یہاں بیٹھا ہوا ہوں۔ آپ مجھے کہیں کہ یہ پنسل اٹھا کر میرے سامنے رکھ دو۔ پھر آپ اپنے بیرہ کو بھی بلا لیں، باورچی کو بھی بلا لیں اور اپنے دوسرے خدام کو بھی بلا لیں اور وہ سب دوڑتے ہوئے آئیں۔ جب وہ آ جائیں تو ہم سب کو آپ کہیں کہ یہ پنسل اٹھا کر میرے سامنے رکھ دو تو دیکھنے والا آپ کے متعلق کیا رائے قائم کرے گا؟ پادری صاحب نے کہا یہی کہ مَیں پاگل ہوں۔ مَیں نے کہا اچھا آپ کو دیکھنے والے آپ کو اس لیے پاگل کہیں گے کہ آپ میں پنسل اٹھانے کی طاقت تھی پھر آپ نے دوسروں کو کیوں بلایا۔ اب آپ فرمائیے کہ جب خدا تعالیٰ میں یہ طاقت تھی کہ وہ دنیا کو چلا سکے، مسیح خدا کے بیٹے میں یہ طاقت تھی کہ وہ دنیا کو چلا سکے، روح القدس کو یہ طاقت حاصل تھی کہ وہ دنیا کو چلا سکے تو پھر اس کام میں تینوں کیوں لگے ہوئے ہیں؟ آپ کو اگر پنسل اٹھانے پر پاگل کہا جائے گا تو پھر وہ بھی پاگل ہیں۔ اس پادری نے کہا کہ یہ سب خدائی باتیں ہیں۔ ان کو ہم نہیں سمجھ

سکتے۔ تو یہ سیدھی بات ہے کہ جب ایک کام کو آسانی کے ساتھ ایک آدمی کر سکتا ہو اور پھر اس میں سارے لگے ہوئے ہوں تو دیکھنے والا یقیناً انہیں پاگل کہے گا۔ ہاں اتفاقی طور پر ایسا ہو تو اَور بات ہے۔ بعض دفعہ ماں بچے کی گاڑی کو دھکیلتی ہے تو باپ بھی اس کے اوپر ہاتھ رکھ دیتا ہے تو یہ ایک اتفاقی چیز ہے لیکن اگر ایک کام کو تھوڑے آدمی آسانی کے ساتھ چلا رہے ہوں اور اس میں سب لگ جائیں اور یہ اتفاقی امر بھی نہ ہو تو یہ جنون کی علامت ہوتی ہے۔ اسی طرح یہ بھی جنون کی علامت ہے کہ بڑے کام میں جس میں زیادہ آدمیوں کی ضرورت ہو تھوڑے آدمی لگے ہوئے ہوں۔ یا زیادہ وقت کی ضرورت ہو اور وہ اسے تھوڑے وقت میں ختم کرنے کی کوشش کریں۔

دنیا میں اسلام قریباً مٹ چکا ہے صرف نام باقی ہے۔ حقیقت مفقود ہو چکی ہے۔ اس پر عمل کرنے والے بہت کم رہ گئے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی صفات پر صحیح صحیح عمل کرنے اور ان کے مطابق کام کرنے کی روح بہت کم ہو گئی ہے۔ یہ کہ اسلام کی اطاعت کر کے کوئی اس قابل ہو جائے کہ اس کو دنیا میں قائم کر سکے، یہ جذبہ بہت ہی کم پایا جاتا ہے۔ ساری دنیا جو اسلام کی دشمن بن گئی ہے اُس کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں داخل کرنے کی طرف کوئی توجہ نہیں کی جاتی۔ خدا تعالیٰ نے یہ کام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سپرد کیا ہے۔ اور ہم لوگ جو احمدی کہلاتے ہیں یہ اقرار کر کے احمدیت میں داخل ہوتے ہیں کہ ہم یہ کام کریں گے۔ لیکن کتنے ہیں جو اپنے اوقات کو اس طرز پر لگاتے ہیں کہ دن میں سے اکثر حصہ خدمت دین کے لیے نکل آئے۔ اکثر کو بھی جانے دو وہ لوگ کتنے ہیں جو دن میں اڑھائی گھنٹے ہی دین پر لگاتے ہوں۔ اگر سب لوگ اڑھائی گھنٹے روزانہ ہی اِس کام پر لگاتے تو اِس وقت تک جماعت بہت ترقی کر جاتی مگر افسوس ہے کہ ہماری جماعت کے افراد اتنی قربانی بھی نہیں کر رہے۔

پس دوستوں کو چاہیے کہ وہ اس کام کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے زیادہ سے زیادہ وقت خدمتِ دین کے لیے دیں اور احمدیت کو پھیلانے کی کوشش کریں۔ اگر ہماری جماعت پہلے یہ کام کرتی تو اب تک جماعت کافی ترقی کر چکی ہوتی۔ اسلام اس وقت ایسی خطرناک حالت سے گزر رہا ہے کہ گویا اسلام کے لیے اب کوئی ٹھکانا نہیں رہا۔ اب ہمارے سوا اور کوئی نہیں جو دشمن کی تلواروں کو اپنے سینوں پر برداشت کرے۔ پس ہمارا فرض ہے کہ قطع نظر اس کے کہ ہمیں کوئی برا

کہتا ہے یا اچھا تبلیغِ اسلام کے لیے ہم اپنا پورا زور لگا دیں مگر اس کے ساتھ ہی اپنے نفس کی اصلاح بھی کرنی چاہیے تا کہ ہمارے کاموں میں برکت ہو اور ہماری کوششیں کامیاب ہوں"۔

(الفضل 8 مارچ 1961ء)

1: صحیح بخاری کتاب الجمعة باب فی الساعة التی فی یوم الجمعة